قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

بدھ 12 فروری 2020ء | 17 جمادی الثانی 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 37

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَ الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا ﴿ؕ۲۲﴾

(الاحزاب:22)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

فرمانِ رسول ﷺ

اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت حاصل کرنے کا ذریعہ

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی قرادؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک روز وضو کر رہے تھے کہ آپؐ کے صحابہؓ وضو والا پانی اپنے ہاتھوں اور چہروں پر ملنے لگے۔ یہ دیکھ کر آنحضورؐ نے فرمایا ایسا تم کس سبب سے کر رہے ہو؟ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت کی وجہ سے۔ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ سے واقعی محبت کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بھی تم سے محبت کرے تو اس کیلئے تمہیں یہ کرنا چاہئے کہ ہمیشہ سچ بولو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں کبھی خیانت نہ کرو اور اپنے پڑوسی سے ہمیشہ حسنِ سلوک کرو۔

(مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان)

فرمان خلیفہ وقت

اللہ سے اس کی محبت مانگنی چاہئے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ایک مومن کی خصوصیت یہ ہے، جس کا قرآن کریم میں یوں ذکر آتا ہے کہ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرۃ:166) یعنی اور جو لوگ مومنین ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں۔ پس مومن ہونے کی یہ نشانی ہے کہ ایک سچے مومن کی زندگی صرف ایک ذات کے گرد گھومتی ہے اور گھومنی چاہئے کیونکہ اس کے بغیر ایک مومن، مومن کہلا ہی نہیں سکتا۔ ایک مومن کا غیب پر ایمان، نمازیں پڑھنا، قربانی کرنا، انبیاء پر ایمان، اس وقت کامل ہوگا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ان تمام احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کررہا ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس شدید محبت کا کیا اعلیٰ نمونہ ہمارے سامنے رکھا کہ کفار بھی یہ کہہ اٹھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ کہ محمد تو اپنے ربّ پر عاشق ہوگیا۔ اور آپؐ نے ہمیں کیا خوبصورت دعا سکھائی ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں تجھ سے ایسے عمل کی توفیق مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ اپنی اتنی محبت میرے دل میں ڈال دے جو میری اپنی ذات، میرے مال، میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ہو (صحیح الترمذی کتاب الدعوات)۔ پس ایک مومن کا معیار اور خصوصیت یہ ہے جس کو حاصل کرنے کی ایک مومن کو کوشش کرنی چاہئے۔ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں مل سکتی۔ اس لئے اس محبت کے حصول کے لئے بھی اسی کے آگے جھکنا اور اس سے دعائیں کرنا ضروری ہے۔“

(خطبہ جمعہ مورخہ 13 جولائی 2007ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

قرآن اور حدیث

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

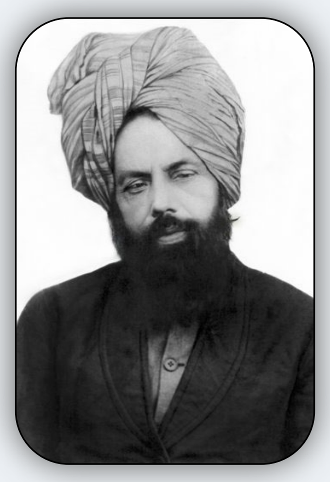

”احادیث کا قدر کرو اور اُن سے فائدہ اُٹھاؤ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں اور جب تک قرآن اور سنّت ان کی تکذیب نہ کرے تم بھی ان کی تکذیب نہ کرو بلکہ چاہئے کہ احادیث نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو اور نہ کوئی سکون اور نہ کوئی فعل کرو اور نہ ترک فعل۔ مگر اس کی تائید میں تمہارے پاس کوئی حدیث ہو لیکن اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن شریف کے بیان کردہ قصص سے صریح مخالف ہے تو اس کی تطبیق کے لئے فکر کرو شائد وہ تعارض تمہاری ہی غلطی ہو اور اگر کسی طرح وہ تعارض دور نہ ہو تو ایسی حدیث کو پھینک دو کہ وہ رسول ﷺ کی طرف سے نہیں ہے اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہے مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہے تو اس حدیث کو قبول کر لو کیونکہ قرآن اس کا مصدق ہے اور اگر کوئی ایسی حدیث ہے جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے اور تمہارے زمانہ میں یا پہلے اس سے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو اور ایسے محدثوں اور راویوں کو مخطی اور کاذب خیال کرو جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہو ایسی حدیثیں صدہا ہیں جن میں پیشگوئیاں ہیں اور اکثر ان میں سے محدثین کے نزدیک مجروح یا موضوع یا ضعیف ہیں پس اگر کوئی حدیث اُن میں سے پوری ہو جائے اور تم یہ کہہ کر ٹال دو کہ ہم اس کو نہیں مانتے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے یا کوئی راوی اس کا متدیّن نہیں ہے تو اس صورت میں تمہاری خود بے ایمانی ہوگی کہ ایسی حدیث کو رد کر دو جس کا سچا ہونا خدا نے ظاہر کر دیا۔ خیال کرو کہ اگر ایسی حدیث ہزار ہو اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہو اور ہزار پیشگوئی اس کی سچی نکلے تو کیا تم ان حدیثوں کو ضعیف قرار دے کر اسلام کے ہزار ثبوت کو ضائع کر دو گے پس اس صورت میں تم اسلام کے دشمن ٹھہرو گے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (الجن:27، 28) پس سچی پیشگوئی بجز سچے رسول کے کس کی طرف منسوب ہوسکتی ہے کیا ایسے موقع پر یہ کہنا مناسب حالت ایمانداری نہیں ہے کہ صحیح حدیث کو ضعیف کہنے میں کسی محدث نے غلطی کھائی اور یا یہ کہنا مناسب ہے کہ جھوٹی حدیث کو سچی کر کے خدا نے غلطی کھائی۔ اور اگر ایک حدیث ضعیف درجہ کی بھی ہو بشرطیکہ وہ قرآن اور سنّت اور ایسی احادیث کے مخالف نہیں جو قرآن کے موافق ہیں تو اس حدیث پر عمل کرو لیکن بڑی احتیاط سے حدیثوں پر عمل کرنا چاہئے“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 ص 63)

اس شمارہ میں

- آنحضرت ﷺ سے محبت
- الفضل: خلافتِ احمدیہ کی خدمت کے سو سال
- حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کا مقصد
- راولپنڈی کے دو بزرگان کا ذکر خیر
- کشمیر کہانی

دربارِ خلافت

متقی وہ ہے جو دوسروں پر نیکی اور تقویٰ کا اثر قائم کرے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلِاَنۡفُسِكُمۡ اور جو بھی اچھا مال تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اس کا فائدہ تمہیں ہی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ادھار نہیں رکھتا بلکہ بڑھا کر لوٹاتا ہے اس طرح جس طرح ایک کسان کھیت میں بیج ڈالتا ہے تو کوئی جاہل، کم عقل کہہ سکتا ہے کہ یہ اس نے کیا کیا کہ سارا بیج زمین میں پھینک کے ضائع کر دیا لیکن عقل مند جانتا ہے کہ یہ دانے جو زمین میں پھینکے گئے ہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں دانے بھی بن کر نکل سکتے ہیں سوائے اس کے کہ وہ فصل آفت کا شکار ہو جائے اور اسے کچھ نہ ملے۔ پس اللہ تعالیٰ کی راہ میں نیک نیتی سے خرچ کیا ہوا اور پاک مال میں سے جو خرچ کیا جاتا ہے وہ ہزاروں گنا بڑھ کر بھی مل سکتا ہے اور ملتا ہے۔ احمدی اپنے تجربات لکھتے رہتے ہیں، اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ کس طرح ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کی اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑھا کر عطا کیا۔ کچھ کمزور ایمان والے بھی ہوتے ہیں، نئے آنے والے بھی ہوتے ہیں وہ بھی کہتے ہیں اور تجربہ کرتے ہیں کہ دیکھیں کہاں تک یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑھا کر دیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے ان کو نوازتا بھی ہے لیکن اکثریت ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ اور جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی توجہ چاہنے کے لیے خرچ کرتے ہو۔ وہ دین کی ضروریات کے لیے خرچ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی توجہ چاہنے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حقیقی مومن کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توجہ چاہنے کے لیے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی حالتوں کو جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے خرچ کرتے ہیں اور پھر ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو بھی دیکھ لیتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کو قبول کرتے ہوئے انہیں واپس لوٹاتا ہے اور پھر یہ بات انہیں مزید ایمان میں بڑھاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ادھار نہیں رکھتا۔ تم میری توجہ چاہنے کے لیے اپنے پاک مال میں سے میرے دین کے لئے اور میرے کہنے پر خرچ کرتے ہو تو میں بھی تمہیں لوٹاؤں گا۔ شرط یہ ہے کہ مال پاک ہو۔ پس ان ممالک میں، ترقی یافتہ ممالک میں رہنے والے بعض خاص طور پر اس بات کا خیال رکھیں کہ پاک مال کمائیں۔ زیادہ کمانے کے لیے حکومت کے اداروں کو دھوکا نہ دیں کہ اپنی کمائی بھی کر رہے ہوں اور حکومت سے غلط بیانی کر کے وظیفہ بھی لے رہے ہوں۔ ایسے لوگ حکومت سے ناجائز رقم بھی لیتے ہیں۔ اپنے ٹیکس جو حکومت کا حق اور شہری کا فرض ہے وہ بھی ادا نہیں کرتے۔ دوسرے لوگوں کا حق بھی مارتے ہیں اور وہی رقم جو دوسرے ذریعہ سے ملک کی ترقی میں خرچ ہو سکتی ہے اس میں بھی روک بنتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ غلط بیانی کر کے جھوٹ کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں اور یہ تمام چیزیں غلط ہیں، گناہ ہیں اور پاک مال سے دُور لے جانے والی ہیں۔‘‘ (خطبہ جمعہ مورخہ 8 نومبر 2019ء)

نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اُس کی تعریف کی خاطر میں ہوا قلم بدست
جس کو حاجت نہیں مِدحت کوئی اُس کی لکھے

میں نے سوچا کہ لکھوں میں بھی کوئی نعتِ نبیؐ
لاؤں وہ لفظ کہاں سے جو کوئی بات بنے

وہ محمدؐ ہے ، خدا خود ہے ثناخواں اُسؐ کا
نقش تعریف کے سب ذات سے اُسؐ کی ابھرے

عالمِ قدس میں جاری ہے سدا اُسؐ کا بیاں
ذرے ذرے کی زباں اُسؐ کی ثنا میں بولے

جس کی تخلیق کی خاطر بنے یہ کون و مکاں
اُسؐ کی توصیف کا حق کیسے ادا ہو مجھ سے

باعثِ فخر ہے اُس ذات کی مِدحت کہنا
ایک اک لفظ سعادت ہے جو منہ سے نکلے

جس کو توفیق ملے اِس کی ، ہے احسانِ خدا
تحفۂ چشمِ کرم ہے جسے چاہے ، دے دے

تیرے محبوبؐ کی دن رات میں نعتیں لکھوں
اپنے راشد کو خدایا یہ سعادت دے دے

(عطاء المجیب راشد – لندن)

طاہرہ زرتشت۔ ناروے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت

اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ:۔

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ

ترجمہ: اے محمد مصطفٰےﷺ: تم لوگوں سے کہہ دو:اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اس صورت میں وہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے قصور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور باربار رحم کرنے والا ہے۔ (اٰل عمران:32)

ہمارے پیارے آقا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تمام جہانوں کے لئے اور تمام زمانوں کے لئے رحمت ہے اب دنیا میں امن اورسکون صرف آپ کے دامن سے وابستہ ہو کر ہی حاصل ہو سکتا ہے ارشاد خداوندی ہے:۔’’وَمَا أَرۡسَلۡنَاكَ إِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِينَ۔‘‘

اور ہم نے تجھے تمام جہانوں اور زمانوں کے لئےرحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء:108)

ہم رسول اللہ ﷺ سے محبت کس طریق سے کر سکتے ہیں؟

انسان جس سے محبت کرتا ہے اس کی ہر بات کو مانتا ہے ہر امر میں اس کی اطاعت کرتا ہے اگر ہم رسول اللہ ﷺ سے محبت کریں جو وجۂ تخلیق کائنات ہیں تو ہم اس ہستی کی محبت اور اطاعت کا دم بھرنے والے ہوں گے جس نے ہمیں اور اس ساری کائنات کو تخلیق کیا ہے پروردگارِ حقیقی کا ارشاد ہےمَن یُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ۔یعنی جو رسول کی اطاعت کرے تو سمجھو کہ اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء:81)

ایک دفعہ ایک بدوی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا ’’قیامت کب ہو گی ؟‘‘حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا : ’’تم نے اس کے لئے تیاری کیا کی ہے؟‘‘بدوی نے جواب دیا ’’صرف اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت‘‘ آنحضرتﷺ نے فرمایا: ’’تو تجھے اس کا ساتھ نصیب ہو گا جس سے تجھے محبت ہے‘‘

(بخاری کتاب الادب باب علامۃ الحبّ فی اللہ)

اسی طرح حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ’’آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ 3 باتیں ایسی ہیں جس میں وہ ہوں وہ ایمان کی حلاوت اور مٹھاس کو محسوس کرے گا ۔اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول باقی تمام چیزوں سے اُسے محبوب ہو دوسرے یہ کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے محبت کرے اور تیسرے یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے کفر سے نکل آنے کے بعد پھر کفر میں لوٹ جانے کو اتنا ناپسند کرے جتنا کہ وہ آگ میں ڈالے جانے کو نا پسند کرتا ہو۔

(بخاری کتاب الایمان باب حلاوۃالایمان)

اگر ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں تو اس کا طریق بھی خدا تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا

ترجمہ: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔ (الاحزاب:57)

اس زمانہ کے موعود امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ انہیں جو یہ عظیم منصب عطا ہوا ہے وہ اپنے آقا محمد مصطفٰے ﷺ سے بے پناہ محبت اور عشق کی بدولت عطا ہوا ہے آپؑ نے اپنی جماعت کو بھی یہ تعلیم دی کہ آنحضرت ﷺ سے بہت پیار کرو آپ پر ہمیشہ درود اور سلام بھیجتے رہو۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہوگئے۔ اس رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے آبِ زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں ۔اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد ﷺ کی طرف بھیجی تھیں۔‘‘

(براہینِ احمدیہ،روحانی خزائن جلد1 صفحہ576)

اسی طرح آپؑ کو الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاءاعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادہ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاءاعلیٰ پر ایک شخص مُحیی کی تعین ظاہر نہیں ہوئی اس لئے وہ اختلاف میں ہے اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحیی کی تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارے سے اس نے کہا کہ ھٰذا رَجُلٌ یُحِبُّ رَسُولَ اللّٰہِ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہؐ سے محبت رکھتا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓحضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے بیٹے تھے وہ لکھتے ہیں کہ

’’میں آسمانی آقا کو حاضرو ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میرے دیکھنے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر بلکہ محض نام لینے پر ہی حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلی نہ آگئی ہو آپ کے دل ودماغ بلکہ سارے جسم کا رُواں رُواں اپنے آقا حضرت سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے معمور تھا‘‘۔ (سیرت طیّبہ صفحہ26)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سارا کلام اردو،عربی اور فارسی آنحضرت ﷺ کی محبت اور عشق سے بھرا ہوا ہے آپ نے فرمایا:۔

جان و دلم فدائے جمالِ محمد است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمد است

یعنی میری جان و دل آنحضرت ﷺ کے حسن پر فدا ہیں اور میری تو خاک بھی آپ کی آل کے کوچہ پر نثار ہے۔

نیز فرمایا:۔

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمّرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

آنحضرت ﷺ پر جو غیر مسلموں کی طرف سے اعتراضات کئے جاتےاور ناروا زبان استعمال کی جاتی اس پر آپ بہت تکلیف اور دکھ محسوس کرتے اس کا اندازہ آپ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے ۔آپ فرماتے ہیں ۔

’’اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلّت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو وَاللّٰہ ثُمَّ وَاللّٰہ میں رنج نہ ہوتا ۔اور اس قدر کبھی دل نہ دُکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریم سے کی گئی دُکھا‘‘

(آئینہ کمالات اسلام،روحانی خزائن جلد5 صفحہ 52)

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کا پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اِک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار

بقیہ از صفحہ6

حقائق سامنے آ جائیں تو ان کا تدارک ویسے ہی ہو جاتا ہے۔ اس وقت بہت سے غیر از جماعت اخبارات نے حسبِ سابق یہ راگ الاپنا شروع کیا اب جماعت احمدیہ کے اتحاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا ۔حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایات کی روشنی اس وقت پھیلائی جانے والی افواہوں اور وسوسوں کے بارے میں حقائق الفضل میں شائع ہونے لگے ۔ جن لوگوں کے نام لے کر جھوٹی باتیں کی جا رہی تھیں ان کے اپنے بیانات الفضل میں شائع ہونے لگے۔ اس طرح الفضل کے ذریعہ ایک منظم انداز میں وسوسہ اندازی اور فتنہ پروری کا مقابلہ کیا گیا۔ یہ سب کچھ اتنا مؤثرثابت ہوا کہ جماعت مخالف اخبارات جو کہ کل تک بغلیں بجا رہے تھے کہ اب جماعت کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا،اب کئی اخبارات اس بات پر ٹسوے بہا رہے تھے کہ جماعت کے اتحاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور لکھ رہے تھے کہ قادیانی اندھی عقیدت کا شکار ہیں۔

(نوائے وقت 9ستمبر1956ء ص 3)

اور جو گروہ افواہ سازی میں مشغول تھا وہ اس بات پر ماتم کرتا نظر آیا کہ خواہ مخواہ غیر اہم چیزوں کو بڑھا چڑھا کر اہمیت دی جا رہی ہے۔الٰہی جماعتوں میں پیدا کئے جانے والے فتنوں کی تاریخ ایک وسیع مضمون ہے اور ان سے پہنچنے والے نقصانات سے سب واقف ہیں۔ 1956ء میں ان کا جس طرز پر کامیاب مقابلہ کیا گیا وہ ہمیشہ کیلئے تاریخ میں اپنا مقام حاصل کر چکا ہے۔حضرت مصلح موعودؓ کے مبارک دور میں اس طرز پر جماعت کی جو مسلسل تربیت کی گئی اس کی نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پہلو سے جماعتِ احمدیہ کو اپنی بلوغت کی عمرکو پہنچ گئی ۔

جب خلافتِ ثالثہ کا آغاز ہوا ۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بہت سی تحریکات کا آغاز فرمایا۔ جب بھی خلفاء کی طرف سے کوئی تحریک کی جائے تو سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس تحریک کو احمدیوں تک پہنچایا جائے۔ تاکہ لوگ اس تحریک میں حصہ لیں ۔ خلیفہ وقت کی ہدایت پر عمل کریں۔خواہ وقفِ عارضی کی تحریک ہو یا نصرت جہاں آگے بڑھو کی تحریک ہو یا دوسری بابرکت تحاریک ہوں۔ اُس دور میں الفضل خلیفہ وقت کے ارشادات کو احبابِ جماعت تک پہنچاتا رہا اور وہ ان تحاریک میں شمولیت کرکے ثواب حاصل کرتے رہے۔ مخالف طبقہ بھی الفضل کی اہمیت سے بخوبی واقف تھا ۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی طرف سے 1974ء کی کارروائی کے دوران جماعتی اخبارات اور جرائد میں سے سب سے زیادہ الفضل کے حوالے پیش کئے اور سب سے زیادہ غیظ کا اظہار بھی ان کے بارے میں کیا گیا۔

آخر میں 1984ء کے دور میں جاری ہونے والےبدنامِ زمانہ آرڈیننس کا ذکر ضروری ہے۔اس آرڈیننس کا ایک بنیادی مقصد یہ تھا کہ کم از کم پاکستان میں احمدیوں میں اس بات سے محروم کردیاجائے کہ خلیفہ وقت کی آواز ان تک پہنچ سکے۔ قانون سازی اتنی ظالمانہ تھی کہ اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی تھی۔ لیکن اس پُر آشوب دور میں بھی ، تمام تر پابندیوں کے باوجود الفضل خلیفہ وقت کے فرمودات کو احباب جماعت تک پہنچانے کا فرض ادا کرتا رہا۔ پابندیاں اور قید و بند کی صعوبتیں بھی اس راہ میں حائل نہیں ہو سکیں ۔ 1984ء کے بعدشروع کے سالوں میں تو ایم۔ٹی۔اے کی سہولت بھی میسر نہیں تھی اس لئے الفضل کا یہ کردار کلیدی اہمیت کا حامل تھا۔

اس طرح ان سو سال میں بہت سی مشکلات پیدا ہوئیں ، بہت سے کڑے وقت آئے اور چلے گئے لیکن الفضل خلیفہ وقت اور جماعت میں رابطہ کا کردار ادا کرنے کا فرض ادا کرتا چلا گیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک ادا کر رہا ہے۔

الفضل: خلافتِ احمدیہ کی خدمت کے سو سال

الفضل کا آغاز جون 1913ء میں ہوا تھا۔یہ خلافتِ اولیٰ کا دور تھا بلکہ خلافتِ اولیٰ کا آخری سال شروع ہو چکا تھا۔ہر تاریخی واقعہ کی اہمیت کا جائزہ اس کے پس منظر میں ہی لیا جا سکتا ہے۔ہم الفضل کے اجراء سے چند سال پہلے کے واقعات کا ایک انتہائی مختصر جائزہ پیش کریں گے۔

اُس دور میں بالخصوص دور افتادہ احبابِ جماعت کیلئے اخبارات اور رسائل رابطہ کا واحد ذریعہ تھے۔خلافتِ اولیٰ کے دوران ابھی جماعت کے تمام حصوں میں خلافت کے احترام کی اعلیٰ روایات مستحکم نہیں ہوئی تھیں۔ ایک حصہ پر نظامِ خلافت کی اہمیت واضح نہیں تھی۔اس وجہ سے جماعت کے جرائد پر یہ بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ خلیفہ وقت اور جماعت کے درمیان رابطے کا ذریعہ بنیں اوراس حوالے سے جماعت کی مسلسل تربیت میں اپنا کردار ادا کریں۔ اس نازک موڑ پرذرا سی لغزش بھی خوفناک نتائج پیدا کر سکتی تھی۔ لیکن ایک طبقہ کی طرف سے جو رویہ ظاہر ہو رہا تھا وہ اپنے زیرِ اثر احباب کو نظام خلافت سے دور لے جانے والا تھا۔ چونکہ یہ حقائق جماعت میں معروف ہیں۔ اس لئے زیادہ تفصیلات کی ضرورت نہیں۔جب حضرت مسیح موعودؑ کا وصال ہوا تو اس وقت ریویو آف ریلجنز میں جو مضمون شائع ہوا اس کے آخری حصہ کا اردو ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

ترجمہ : اسلام کی دنیاوی اور مذہبی تعلیم کا اور تبلیغ کا جو عظیم کام مسیح موعودؑ نے شروع فرمایا تھا ، وہ اب صدر انجمن احمدیہ جاری رکھے گی۔جیسا کہ وہ الوصیت کی اشاعت کے بعد آپؑ کی زندگی میں یہ کام سرانجام دے رہی تھی۔جبکہ جماعت کی قیادت کیلئے مولوی حکیم نورالدینؓ صاحب کو مسیح موعودؑ کا جانشین منتخب کیا گیا ہے۔ (ریویو آف ریلجنز انگریزی۔ جون 1908ءصفحہ 280)

اس تحریر سے تو یہ تاثر ملتا ہے کہ اصل میں تو سارے کام انجمن کرے گی البتہ حضرت مسیح موعودؑ کے جانشین حضرت مولوی حکیم نورالدینؓ ہوں گے۔ نہ صرف یہ بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے آخری سالوں میں بھی سب کام صدر انجمن احمدیہ ہی کر رہی تھی۔ایک تو اس اعلان میں ہی خلافت کی اہمیت کو بہت کم کرکے دکھایا گیا لیکن اس کے بعد ریویو انگریزی کے اگلے کئی شماروں میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔اس طرز عمل سے اپنے اور غیروں پر ایک نہایت غلط تاثر پیدا کیا جا رہا تھا۔یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ریویو آف ریلجنزاردوکی پالیسی مختلف تھی۔اس میں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا مضمون بھی شائع ہو اتھا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اس وقت اخبار الحکم اور بدر نے جماعتِ احمدیہ اور خلیفہ وقت میں رابطہ کا اہم کردار ادا کیا۔ اور ان دونوں اخبارات میں باقاعدگی سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے خطبات ، آپؓ کے ارشادات ، آپؓ کے پیغامات شائع ہوتے تھے۔اس وقت حضرت مفتی محمد صادقؓ بدر کے اور حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ الحکم کے ایڈیٹر تھے۔اور اس طرح بڑی حد تک اس رویہ کا ازالہ کیا گیا ، جس کی ایک مثال ریویو آف ریلجنز کے حوالے سے ہم درج کر چکے ہیں۔ بدر اور الحکم کے صفحات کے ذریعہ سے خلیفہ وقت کے خطبات ، ہدایات اور ارشادات احبابِ جماعت تک پہنچتے رہے۔

اعلیٰ روایات ایک دن میں اپنے کمال کو نہیں پہنچتیں۔اس عمل کیلئے مسلسل جد و جہد درکار ہوتی ہے۔خاص طور پر یہ پس منظر ذہن میں حاضر رہنا چاہئے کہ ایک گروہ اس راہ میں رکاوٹیں پیدا کر رہا تھا اور ہر مشکل وقت میں معاند یہ راگ الاپنا شروع کر دیتے تھے کہ اب یہ سلسلہ ختم ہونے کو ہے۔خلافتِ اولیٰ میں قادیان سے شائع ہونے والے اخبارات میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی صحت کے بارے میں خبر شائع ہوتی یا دوسرے فرمودات شائع ہوتے۔تو بسااوقات انہیں درمیان کے صفحات میں مثلاً صفحہ 2 یا صفحہ 3 یا صفحہ 7 میں شائع کیا جاتا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے فرمودات اکثر درمیان کے صفحات میں شائع کئے جاتے۔پہلے صفحہ پر بسا اوقات اشتہارات یا دوسرے اعلانات شائع ہوتے تھے۔بہت مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشادات پر ارشاداتِ امیر یا فرمودات امیر کا عنوان تحریر کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورتِ حال میں بہتری کی ضرورت تھی۔

الفضل نے اپنے آغاز ہی سے ایک ایسا انداز اختیار کیا جو ایک اعلیٰ روایت کے طور پر جماعت میں مستحکم ہو گیا اوراب دنیابھر میں جماعتی اخبارات اور رسائل اسی طرزکو اپنائے ہوئے ہیں۔الفضل کا شائع ہونے والا پہلا شمارہ ہی دیکھ لیں۔پہلے صفحہ کے پہلے کالم کا آغاز خطبہ جمعہ سے ہوتا ہے جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے 13جون 1913ءکو ارشاد فرمایا تھا۔ اور اس کے بعد پہلے صفحہ پر مدینۃ المسیح کے عنوان سے جو خبریں ہیں اس میں پہلی خبر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی مصروفیات کے بارے میں ہے۔ اور بعد کے شماروں میں بھی الفضل کی یہ روایت رہی کہ پہلے صفحہ پر پہلے کالم کا آغاز مدینۃ المسیح اور ایوانِ خلافت کے عنوان کے تحت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی صحت کی خبر، آپ کی مصروفیات اور آپ کے ارشادات سے ہوتا تھا۔

الفضل کے ساتھ ہی 10جولائی 1913ءکو لاہور سے اخبارپیغامِ صلح جاری ہوا۔اس کے آنریری ایڈیٹر محترم خواجہ کمال الدین تھے اگرچہ وہ اس وقت انگلستان جا چکے تھے۔دوسرے ایڈیٹرمکرم احمد حسین فرید آبادی تھے۔ اور لاہور کے کچھ احمدی احباب اسے چلارہے تھے۔ ان میں سرِ فہرست مکرم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ تھے۔اس کے پہلے شمارے میں حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف پیغامِ صلح کا حوالہ درج تھا۔ اور پہلے صفحہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا ارشاد درج تھا ۔ جس کا عنوان تھا مسلمانوں میں باہمی صلح کیسے ممکن ہے اس ارشاد کے آخری الفاظ تھے۔

...سب لوگ کفر بازی میں نرمی اختیار کریں۔ صریح قرآن اور صریح حدیث کو سب مانیں اس کو فہم میں اختلاف ہو تو اس پر جھگڑ ا نہ کریں۔یا خفیف جھگڑا رکھیں۔ ہر ایک کو اس کے فہم پر چلنے دیں۔

اس کے بعد پیغامِ صلح کے اگلے دو ماہ کے شماروں کا جائزہ لینے پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ کسی ایک شمارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا کوئی خطبہ یا آپ کی تحریر یا آپ کے فرمودات شائع نہیں ہوئے ۔ حالانکہ ایک ہفتہ میں تین مرتبہ یہ اخبار شائع ہوتا ۔صرف آپ کا ایک خط شائع ہوا تھا جو کانپور کے مشہور واقعہ کے متعلق تھا۔ اور اس میں بھی اس پالیسی کے خلاف اظہار تھا جس کے حق میں پیغامِ صلح میں مضامین شائع ہو رہے تھے۔ 15جولائی 1913ءکے پیغامِ صلح میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کا ایک مختصر مضمون اکسیر کے نام سے شائع ہوا تھا ۔جس کے اوپر یہ معذرت درج تھی کہ آپ نے یہ مضمون تحریر فرمایا تھا مگر مضامین میں گڑ بڑ کی وجہ سے یہ پہلے شائع نہیں ہو سکا۔ لندن میں مکرم خواجہ کمال الدین کی مساعی کے بارے میں تفصیلی رپورٹیں شائع ہوتی رہی تھیں۔ اس طرح یہ بات واضح ہے کہ یہ اخبار خلیفہ وقت اور جماعت میں رابطہ کا کام نہیں دے رہا تھا ۔ اس کے کئی شمارے گزر جاتے لیکن اس میں خلیفہ وقت کا کوئی ذکر نہ ہوتا۔ دنیا بھر کی خبریں اس میں شائع ہوتیں۔ ترکی میں کیا ہو رہا ہے، بلقان میں کیا ہوا۔ لندن میں کیا ہوا ۔ یورپ میں کیا ہوا۔ حتّٰی کہ ظفر علی خان لاہور پہنچے تو اس کی خبر بھی شائع کی جاتی۔سر آغا خان نے لندن میں مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت کی خبر شائع ہوتی۔ لیکن اگر کچھ شائع نہ ہوتا تو یہ نہ شائع ہوتا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے کیا فرمایا، آپ نے کیا خطبہ ارشاد فرمایا؟ آپ کی ہدایات کیا ہیں؟ آپ کی مصروفیات کیا ہیں؟ اس سے جماعت کی تربیت میں کیا نقص پیدا ہو سکتے تھے اس پر کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اس کے پہلے دو ماہ کے شماروں میں بلقان کے سیاسی حالات کا خلیفہ وقت اور قادیان کے حالات سے زیادہ ذکر تھا۔ بلکہ قادیان کا نام بھی اس اخبار میں کبھی کبھی ہی شائع ہوتا تھا۔ البتہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات سے کچھ روز قبل اس اخبار میں حضورؓ کی وصیت کی خبر اور آپ کے کچھ فرمودات شائع ہوئے تھے۔

الفضل کے آغاز کے کچھ دیر ہی بعد جماعتِ احمدیہ کی تاریخ کا ایک نہایت نازک دور شروع ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی آخری بیماری کا آغاز ہوگیا۔اور آخر میں آپؓ کے لئے یہ بھی ممکن نہیں رہا کہ آپؓ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے یا درس دیتے۔اس نازک دور میں الفضل خلیفہ وقت اور جماعت میں رابطہ کا ذریعہ بنا ہوا تھا۔ آپ کے جو مختصر ارشادات جوکہ الفضل کے صفحہ اوّل پر شائع ہوئے ، وہ دل پر ایسا اثر پیدا کرتے ہیں جو کہ لمبی لمبی تقریروں یا طویل تحریروں سے ہر گز پیدا نہیں ہو سکتا۔ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

18 فروری 1914ء کے الفضل میں یہ خبر شائع ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت اس ہفتہ بدستور علیل رہی۔9فروری کو دو تین دست آنے سے طبیعت بہت نڈھال ہو گئی۔مگردوسرے دن افاقہ ہو گیا۔پہلے پہر آرام ہوتا ہے پچھلے پہر خفیف سی حرارت۔ضعف کا یہ حال ہے کہ بغیر سہارے سے بیٹھنا تو درکنار با وجود سہارے کے سر کو خود نہیں تھام سکتے۔اس حالت میں ایک دن (ہفتہ)فرمایا کہ بول تو میں سکتا ہوں۔خدا کے سامنے کیا جواب دوں گا۔درس کا انتظام کرو تا کہ میں قرآنِ مجید سنا دوں۔یہ آپؓ کے پاک جذبے کا اظہار تھا۔ورنہ درس نہیں کرا سکتے۔

25فروری1914ءکے الفضل میں یہ خبر شائع ہوئی کہ حضور کی کمزوری بہت بڑھ گئی ہے۔اور اس کے آخر میں یہ لکھا تھا

...حضور اس حالت میں انگریزی ترجمہ قرآن کے متعلق ہدایات دیتے رہے۔جس کا یہ طریق ہے کہ قرآنِ کریم کی آیات سن کر آپ ضروری اشارات فرما دیتے ہیں۔

4 مارچ 1914ء کو الفضل میں یہ خبر شائع ہوئی ۔

اس ہفتہ میں حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت بدستور علیل رہی۔ضعف بھی بہت ہے۔حرارت بھی ہو جاتی ہے۔کھانسی رات کے وقت زیادہ ہوتی ہے۔حضور کو تین القاء ہوئے...بتایا گیا کہ اکثر بیماریوں کا علاج ہوا۔پانی اور آگ سے اور دردوں کا آگ اور پانی سے۔ پھرفرمایا بہت حکمتیں کھلی ہیں۔انشاء اللہ طبیعت اچھی ہو جانے پر بتاؤں گا۔پس ہوا اور پانی سے علاج کرنے کے واسطے تبدیلی آب و ہوا کی تجویز ہوئی ۔اور بعض دوستوں کی رائے کے مطابق دارالعلوم کے بورڈنگ ہاؤس کی بالائی منزل خالی کرائی گئی ... لیکن بعد از نمازِ جمعہ نواب محمد علی صاحب کی مکرر درخواست کی بناء پر حضور کو نواب صاحب کی کوٹھی (دارالسلام) پہنچایا گیا۔راہ میں بورڈرز صف بستہ عرض کر رہے تھے السلام علیک یا امیرالمومنین حضور نے ڈولی ٹھہرانے کا حکم دیا۔ان کیلئے با چشمِ پر آب دعا کی۔اور مولوی محمد علی صاحب کو فرمایا۔ ان کو نصیحت کر دینا۔

اس طرح اس نازک دور میں،جب احبابِ جماعت خلیفہ وقت

کے خطبات ،درس اور ارشادات سننے سے محروم تھے، الفضل جماعت اور خلیفہ وقت میں رابطہ بنا ہوا تھا اور خلیفہ وقت کی دعائیں اور فرمودات اُن تک پہنچتا رہا تھا۔

پھر جماعت کی تاریخ کا وہ نازک مرحلہ آیا جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات ہوئی، جماعت احمدیہ مبائعین نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور جیسا کہ متوقع تھا ، ایک گروہ کی طرف سے متوقع پروپیگنڈا سامنے آگیا۔ اس کی نوعیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات 13مارچ 1914کو ہوئی اور 15مارچ کے پیغامِ صلح کے پہلے صفحہ پر ”بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام ۔ جناب خواجہ کمال الدین کا ایک ضروری خط“ کے عنوان سے مکرم خواجہ کمال الدین کا ایک خط شائع ہوا تھا اور اندر کے صفحہ پر ”ہائے نورالدین چل بسا“ کے عنوان سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کی خبر شائع ہوئی۔اس خبر کے آخر میں لکھا تھا۔

”...اب یہ جاننے کے لئے کہ آپ کے بعد کون آپ کا جانشین ہوگا۔احباب کو جناب مولانا محمد علی کے ذیل کے ضروری اعلان کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔“

پھر اس کے نیچے مکرم مولوی محمد علی کا ایک اعلان شائع ہوا تھا۔ اس کے شروع میں لکھا تھا کہ اس وقت مجھے یہ قطعاً علم نہیں کہ کون شخص حضرت خلیفۃ المسیح کا جانشین منتخب ہو گا۔ پھر اس کے نیچے ا س قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا تھا کہ الوصیت میں حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں یہ ذکر فرمایا ہے کہ جس کے متعلق چالیس مومن اتفاق کریں وہ میرے نام پر بیعت لے سکتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایسے خلفاء ایک وقت میں گاؤں گاؤں میں ہو سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ ان کا کام صرف یہ ہو گا کہ وہ سلسلہ میں داخل کرنے کیلئے لوگوں سے بیعت لیں۔ مگر ان کو سلسلہ میں کوئی امتیاز حاصل نہیں ہو سکتا ۔ اور جو لوگ سلسلہ احمدیہ میں شامل ہیں ان کو کسی نئی بیعت کی ضرورت نہیں ۔ انجمن کو حضرت مسیح موعودؑ نے خود قائم فرمایا تھا اور اسے اپنا جانشین قرار دیا تھا۔ اس طرز کے خیالات پھیلانے سے کیا کیا نتائج نکل سکتے تھے وہ کسی وضاحت کے محتاج نہیں۔اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ احمدیوں کو نظام خلافت سے دور لے جایا جائے۔ اور ان کے دل میں خلافت کی عظمت کو ختم کیا جائے۔ اگر گاؤں گاؤں میں علیحدہ خلیفہ ہو سکتا تھا تو پھر اس کا مقصد ہی کیا تھا۔ اور اس کے بعد اتحاد کا کیا حشر ہونا تھا اس کا اندازہ ایک بچہ بھی لگا سکتا ہے۔

اس نازک مرحلہ پر الفضل تھا جو کہ لوگوں کو نظام خلافت کی طرف بلا رہا تھا۔ اس وقت الفضل روزنامہ نہیں تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد الفضل کا پہلا شمارہ 18 مارچ کو شائع ہوا۔ اس کے پہلے صفحہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے ساتھ آپؓ کی آخری نصائح بھی درج تھیں جو آپؓ نے صاحبزادہ عبدالحی صاحب کو بلا کر فرمائی تھیں ۔ ان میں آپ کے اس خداداد یقین کا اظہار بھی تھا کہ قوم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور مجھے پورا اطمینان ہے کہ وہ ضائع نہیں کرے گا۔تم کو یہ نصیحت کرتا ہوں خدا تعالیٰ کی کتاب پڑھنا اور عمل کرنا ۔ میں نے بہت کچھ دیکھا مگر قرآن جیسی چیز نہیں دیکھی۔ بیشک یہ خدا تعالیٰ کی اپنی کتاب ہے۔ باقی خدا کے سپرد۔

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے جنازہ کی تفصیلات درج تھیں اور یہ خبر درج تھی ۔

”ہفتہ کے روز ...سو کے قریب احباب کے دستخط اس بات پر لوگوں نے پیش کئے کہ ضرور جماعت میں ایک خلیفہ ہونا چاہیے جو ہمارا ایسا ہی مطاع ہو جیسے مسیح موعودؑ و خلیفۃ المسیح تھے ... مسجد نور میں اجتماع ہوا۔تو صاحبزادہ صاحب نے ایک تقریر دعاؤں کی طرف متوجہ ہونے کیلئے فرمائی مولوی محمد علی نے بھی اپنے خیالات کا اظہار تفصیل سے فرمایا۔ جیسا کہ الفضل صفحہ 3 پر مفصل لکھا ہے حضرت صاحبزادہ صاحب کی بیعت ہوئی۔ اور 4:43 بجے حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیحؓ کا جنازہ کھلے میدان میں پڑھا گیا۔11صفیں تھیں۔ہر صف میں قریباً 160آدمی۔ پیچھے عورتوں کی بھی تین صفیں تھیں۔دو سو کے قریب ہوں گی۔ پھر جنازہ اُٹھایا گیا۔اور مقبرہ بہشتی میں حضرت مسیح موعودؑ کے دائیں طرف (بجانب مغرب) آپؓ کو سوا چھ بجے دفن کیا گیا۔ اگرچہ 14سو کے قریب آدمیوں کے تو اسی وقت بیعت ہو چکے تھے۔ مگر اس کے بعد بھی ہر نماز کے بعد اور دوسرے وقتوں میں بیعت کا سلسلہ جاری ہے اور باہر سے خطوط و تار آ رہے ہیں...“

پھر اسی الفضل میں بہت سے نمایاں بزرگان کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت کا اعلان شائع کیا گیا تھا۔ صفحہ3پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت کی تفصیلات درج تھیں اور آپ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات درج تھے۔

اس طرح اس وقت جب ایک طرف یہ کوششیں کی جا رہی تھیں کہ احباب کو نظام خلافت سے دور لے جایا جائے اور اس بارے میں غلط فہمیاں پیدا کی جائیں ، الفضل لوگوں کو خلافت سے وابستہ رہنے کی طرف بلا رہا تھا۔ اور اس بارے میں حقائق شائع کر رہا تھا۔اس وقت غلط فہمیاں پھیلانے کا سلسلہ جاری تھا۔ چنانچہ الفضل کے ا گلے شمارے میں ، جو کہ 21مارچ1914کو شائع ہوا تھا، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وہ تقریر جو کہ آپؓ نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے معاً بعد فرمائی تھی شائع کی۔جو غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی تھیں کہ نہ خلافت کی ضرورت ہے اور نہ کسی بیعت کرنے کی ضرورت ہے، اس کا جواب ان غلط فہمیاں پھیلانے والوں کی اپنی سابقہ تحریروں سے دیا گیا تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت کی تفاصیل درج کی گئی تھیں۔ اور پھر ایک عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی قیادت میں ہونے والی کاوشوں کے نتیجے میں جماعت احمدیہ کی بھاری اکثریت خلافت سے وابستہ ہو گئی۔اس دور میں الفضل سب سے اہم ذریعہ تھا جو کہ خلیفہ وقت کی آواز کو ،آپ کی راہنمائی کو احبابِ جماعت تک پہنچا رہا تھا۔یہ جد و جہد ایک دو ماہ تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ کئی سال کی جد و جہد تھی جس نے تمام ذہنوں پر خلافت کی اہمیت کو بالکل واضح کر دیا۔اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت سرخرو ہو کر اس آزمائش سے نکلی تو بہت سی مستحکم روایات احمدیوں کے ذہنوں میں اچھی طرح رچ بس چکی تھیں۔

اب ہم ایک اور نازک دور کی طرف آتے ہیں۔ یہ دور1947کا دور تھا۔اس وقت دنیا کی جماعتوں کی اکثریت برصغیر میں موجود تھی۔ اور برصغیر کی جماعتوں کی اکثریت پنجاب میں موجود تھی۔اور تقسیم ہند کے پُر آشوب دور میں یہی صوبہ سب سے زیادہ متاثر ہوا تھااور قادیان سے مرکز کی منتقلی کی وجہ سے جماعت کو جن مہیب مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا وہ سب پر عیاں ہے۔ قادیان کی حفاظت کا مسئلہ جان، مال اور وقت کی قربانی کا تقاضا کر رہا تھا۔ احمدیوں کی بڑی تعداد خود بے سر و سامانی کے عالم میں مغربی پنجاب میں منتقل ہو رہی تھی یا مشرقی پنجاب میں محصور حالت میں مدد کے منتظر تھے۔ بہت سے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے تھے اور ان کے لواحقین کی مدد اب جماعت کا فرض تھی۔ یہ پیشِ نظر رہنا چاہئے کہ1947ء کا یہ دور وہ دور تھا جب حکومتوں کی مشینری بھی بے بس نظر آ رہی تھی۔

تقسیم برصغیر کے وقت حضرت مصلح موعودؓ 31۔اگست 1947ء کو قادیان سے لاہور تشریف لائے۔ حضورفرماتے ہیں کہ یہاں آ کر میں نے محسوس کیا کہ میرے سامنے ایک درخت کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا نہیں بلکہ ایک باغ کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا ہے۔ اس وقت حالات کتنے سنگین تھے اس کا اندازہ تو سب کو ہے۔ اس وقت ابھی ایک بڑی تعداد میں احمدی قادیان میں اور مشرقی پنجاب میں محصور حالت میں تھے۔ قادیان کی جدائی سب کو مغموم کر رہی تھی۔ مہیب مالی مسائل ان کے علاوہ تھے۔ لیکن لاہور میں اپنے قیام کے اگلے ہی روز حضور نے پاکستان میں نظام جماعت کو قائم کرنے کے کام کا آغاز فرما دیا۔ یکم ستمبر کو ہی جودھا مل بلڈنگ میں حضور کی صدارت میں ایک میٹنگ ہوئی جس میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ اور اسی روز پاکستان میں مقیم تحریکِ جدید انجمن احمدیہ کے ممبران کا تقرر بھی کر دیا گیا۔ ان نازک حالات میں اس بات کی ضرورت تھی کہ خلیفہ وقت کی ہدایات، راہنمائی اور آپؓ کی آواز کو احبابِ جماعت تک پہنچانے کا انتظام کیا جائے۔ ان ہنگامی حالات میں اور مالی وسائل کی اس شدید کمی کے با وجودفوری طور الفضل کو پاکستان سے جاری کرنا ایک نہایت مشکل کام نظر آ رہا تھا۔ اخبار جاری کرنے کے لئے قانونی اجازت لینے کے مرحلے سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن ان سب مشکلات کے با وجود حضور کی آمد کے صرف پندرہ روز کے بعد ، یعنی 15ستمبر 1947 کو لاہور سے مکرم روشن دین تنویر کی ادارت میں الفضل کو جاری کر دیا گیا۔اب تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی تھی۔ جس طرح 1913ءمیں نہایت نازک حالات میں مالی وسائل کی شدید کمی کے باوجودقادیان سے حضرت مصلح موعودؓنے الفضل جاری فرمایاتھا۔اب 1947ء میں نہایت خطرناک حالات میں مالی وسائل کی شدید کمی کے با وجود لاہور سے الفضل جاری کیا جا رہا تھا۔ لاہور سے شائع ہونے والے پہلے شمارے کے صفحہ اوّل پر حضرت مصلح موعودؓ کا تحریر فرمودہ جو پیغام شائع ہوا ، اس کا عنوان تھا ۔

”کیا آپ سچے احمدی ہیں ؟“

اس پیغام کا ابتدائی حصہ درج کیا جاتا ہے ، جس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے ، کہ اس وقت حالات کتنے سنگین تھے۔حضورؓ تحریر فرماتے ہیں۔

(1) اگر آپ سچے احمدی ہیں تو آج ہی سے اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں۔دعاؤں پر زور دیں ۔ نمازوں پر زور دیں۔اگر آپ کی بیوی نماز میں کمزور ہے اسے سمجھائیں۔باز نہ آئے طلاق دے دیں۔اگر آپ کا خاوند نماز میں کمزور ہے اسے سمجھائیں ۔اگر اصلاح نہ کرے اس سے خلع کرالیں۔اگر آپ کے بچے نماز میں کمزور ہیں تو ان کا اس وقت تک کے لئے مقاطعہ کردیں کہ وہ اپنی اصلاح کریں۔

(2)جب موقع ملے نفلی روزہ رکھیں۔ اور گزشتہ رمضانوں کے روزوں میں سے کوئی کمی رہ گئی ہو تو جلد سے جلد وہ قرض اتاریں۔

(3)ان دنوں میں مسلمانوں پر بڑی مصیبت آئی ہوئی ہے۔ آپ اس مصیبت میں حکومت اور افراد کی پوری مدد کریں۔

(4) آج ہی اپنے دل میں عہد کریں کہ قادیان کی حفاظت کرتے چلے جانا ہے۔اور اس بارے میں جو سکیم بنی ہے اس پر فوری عمل شروع کر دیں۔وہ سکیم دوسری جگہ پر درج ہے۔ اور اگر ہندوستانی حکومت کے دباؤ سے ہمیں قادیان خدانخواستہ خالی کرنا پڑے۔تو ہر ایک احمدی قسم کھائے کہ وہ اسے واپس لے کر چھوڑے گا۔اور اگر اس میں دیر ہو تو ہر بچہ جوان ہو اس سے قسم لی جایا کرے۔یاد رکھو قادیان خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ مرکز ہے۔اور ضرور تمہارے پاس رہنا چاہیے۔ اور رہے گا انشاء اللہ......“

الفضل کے اسی شمارے میں حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے یہ پیغام شائع ہوا کہ تمام جماعتیں 18سال سے 55 سال کے افراد کی فہرست بنا کر قرعہ اندازی کر کے ان کا 1/8 حصہ قادیان کی حفاظت کے لئے بھجوائیں اور قادیان کی آبادی کا 1/5حصہ قادیان میں قادیان کی حفاظت کے لئے رہے گا۔اس سے اگلے شمارے میں جو کہ 17ستمبر 1947ءکو شائع ہوا حضور کا وہ خطبہ جمعہ شائع ہوا جو کہ حضورؓ نے 5ستمبر1947ء کو ارشاد فرمایا

تھا۔اس وقت الفضل میں جماعت کے انتظامی اعلانات ہو رہے تھے۔ پناہ گزینوں کی راہنمائی کی جا رہی تھی ۔ جماعتی عہدیداروں کے نام پیغامات شائع کئے جا رہے تھے ۔ احبابِ جماعت کو مالی قربانیوں کی طرف توجہ دلائی جا رہی تھی۔ سب سے بڑھ کر خلیفہ وقت کے پیغام شائع کئے جا رہے تھے۔ الفضل حضرت مصلح موعودؓ کی راہنمائی پہنچانے کا سب سے بڑا ذریعہ بنا ہوا تھا۔اور اس ذریعہ سے جماعت اور خلیفہ وقت کے درمیان مسلسل رابطہ قائم تھا۔

اس دور میں جتنی جلدی احمدیوں کو منظم کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا کیا گیا تھا اس کا اعتراف اشد ترین دشمن بھی کرتے رہے۔ چنانچہ جماعت کے اشد مخالف جریدے میں جماعت کے خلاف مضمون شائع ہوا لیکن اس میں بھی یہ اعتراف کیا گیا۔

’’تقسیمِ ملک کے وقت مشرقی پنجاب کی یہ واحد جماعت تھی۔جس کے سرکاری خزانہ میں اپنے معتقدین کے لاکھوں روپیہ جمع تھے اور جب یہاں مہاجرین کی اکثریت بے سہارا ہو کر آئی۔تو قادیانیوں کا یہ سرمایہ جوں کا توں محفوظ پہنچ چکا تھا۔اور اس سے ہزاروں قادیانی بغیر کسی کاوش کے از سر نو بحال ہو گئے تھے۔‘‘

(ہفت روزہ المنبر 12مارچ 1956ءص10)

تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی مخالف بیرونی حملوں سے نقصان پہنچانے میں ناکام ہو جاتا ہے تو پھر اندرونی فتنہ پیدا کر کے یا اس کی مدد کر کے نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے ۔اور تاریخ طور پر ایسے منصوبوں میں سب سے زیادہ نظامِ خلافت کو نشانہ بنا کر یہ کوشش کی جاتی رہی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں سے خلافت کا احترام ختم کیا جائے ان کے ۔ دلوں میں بد ظنیاں پیدا کی جائیں، جھوٹی افواہیں پھیلا کر اپنا مطلب حاصل کیا جائے۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کے فتنوں کی دردناک تاریخ ایسی نہیں جسے فراموش کیا جا سکے۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کی مثال لی جائے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ چندبے حیثیت لوگ باتیں بنا رہے یا اعتراض کر رہے ہیں۔یا بظاہر مجمع میں ایک غیر معروف آدمی خلیفہ وقت کے متعلق بے بنیاد اعتراض کر رہا ہے اور اسی مجمع میں اس کو اس کا مناسب جواب بھی دے دیا گیا ہے۔ اس وقت ایک بھاری اکثریت ان باتوں کو کسی قسم کی اہمیت دینے پر تیار نہیں تھی۔لیکن بہت کم آنکھیں یہ دیکھ پا رہی تھیں کہ یہ سب کچھ ایک مکروہ منصوبے کے تحت کیا جا رہا تھا۔اس کے پیچھے عبد اللہ بن سبا کا ہاتھ تھا جو کہ پہلے یہودی تھا اور پھر بعد میں اس نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تھا۔ ان فتنہ پروروں کے مراکز تھے ۔کوفہ، مصر ،بصرہ اور دوسرے مقامات میں ان کے مراکز تھے اور اُس دور میں بھی یہ ایک دوسرے سے مسلسل خطوط کے ذریعہ رابطہ میں تھے۔ مختلف شہروں کے دورے کر کے لوگوں سے جھوٹ بول کر انہیں بھڑکاتے تھے۔ مختلف شہروں میں خط بھجوا کر انہیں بھڑکا رہے تھے۔جب یہ فتنہ اپنی انتہا کو پہنچا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا تو وہ لوگ جو کل تک انہیں کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں تھے اب اس بات کی طاقت نہیں رکھتے تھے کہ ان کو روک سکیں۔ تاریخ میں بار بار اسی طرز پر فتنے برپا کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ 1956ء کے حالات میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا۔

’’ اس فتنہ کے بانی اچھی طرح حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کی سکیم کا مطالعہ کر رہے ہیں۔اور ان کی سکیموں پر چلنا چاہتے ہیں۔‘‘

(الفضل 30جولائی1956ءص1)

لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی خداداد فراست سے پہچان لیا تھا کہ یہ وسوسہ اندازی اس وقت تک ہی اثر انداز ہو سکتی ہے جب تک اصل حقائق لوگوں کی نظر سے اوجھل رہیں۔ جب ان وساوس کو پیدا کرنے والوں کی اصلیت اور وساوس کے بارے میں اصل

باقی صفحہ3پر

حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کا مقصد

ڈاکٹر محمد علی

1891ءمیں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے مسیح ناصری کی وفات کا اعلان فرمایا اور یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اُمّت مسلمہ کے لئے آنحضور ﷺ کی خوشخبری کے عین مطابق ’’مسیح اور مہدی‘‘ مامور فرمایا ہے۔

پورے ہندوستان میں مخالفت کا ایک طوفان اُٹھا۔200جید علماء کے دستخطوں سے ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کردیا گیا جس پر مولوی نذیر حسین دہلوی کے بھی دستخط تھے... جن کو ہندوستان میں شیخ الکل فی الکل کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔

ملاؤں کے غم و غصہ کی بنیادی وجہ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں اور وہ خود خدا تعالیٰ کی طرف سے ’’مسیح‘‘ ہو کر مبعوث ہوئے ہیں...

حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنی ماموریت کے دعوے سے ہندوستان کے ہر مذہبی طبقے کو ناراض کیا۔ عیسائیوں کو بتایا کہ جن کی تم پوجا کرتے ہو وہ دوسروں کو کیا زندہ کرتے ہوں گے وہ ’’یسوع مسیح‘‘ تو خود ایک عاجز انسان تھے اور دیگر انسانوں کی طرح فوت ہو چکے ہیں۔

شیعہ علماء اور عوام اس وجہ سے سخت ناراض ہوئے کہ انہوں نے فرمایا کہ ’’امام غائب‘‘ کا عقیدہ محض ایک بڑا جھوٹ ہے۔

ہندو پنڈت اور عوام بھی آپؑ کے دشمن ہوگئے کہ انہوں نے نیوگ اور آواگون اور ذرات اور روحوں کے انادی ہونے کا عقیدہ سختی سے رد کیا ۔

سکھ مذہب کے ماننے والوں کو یوں ناراض کردیا کہ انہوں نے یہ اعلان فرمایا کہ حضرت بابا گرو نانک درحقیقت ایک مسلمان ولی اللہ تھے۔

حضرت مرزا صاحبؑ نے ہندوستان کے پیروں فقیروں اور سینکڑوں سالوں سے لوگوں کے مالوں پر پلنے والے، گدی نشین خاندانوں کو یوں ناراض کیا کہ ان کی پردہ دری کردی کہ یہ لوگ محض قبروں اور بوسیدہ ہڈیوں کے مجاور ہیں اور خدائی تعلق اور نشانوں سے یکسر بے بہرہ اور محروم ہیں اور ان کو خدائی نشان دکھانے پر بار بار چیلنج کیا۔

پھر ان کے اس دعوے سے کہ وہ خدا تعالیٰ سے اسی طرح وحی پاتے ہیں جس طرح حضرت نوحؑ اور ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور موسیٰؑ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام خدا تعالیٰ سے وحی پاتے تھے....اس بات نے تمام مذاہب کے ماننے والے علماء اور عوام کو شدید غصہ دلایا۔

الغرض کسی طبقے اور مذہب کے ماننے والوں کو ’’دوست‘‘ نہیں بنایا اور عام طور پر سب کو ناراض کیا۔

اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے، بدل دے، جو میں کہتا ہوں
کہ عزت مجھ کو اور تجھ پر ملامت آنے والی ہے

کیا یہ طریقہ ہے دنیاداروں اور دنیا پرستوں کا؟ اور عوام میں ہردلعزیز بننے کا؟ دنیاپرست اور دنیا کے کیڑے انسانوں کی تو بڑی پہچان ہی یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہاں میں ہاں ملا کر ہر کسی کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں !

آپؑ نے شدید دشمنوں اور مخالفین کی تمام تر کوششوں اور ہنگاموں کے بیچ رہ کر، نہایت اطمینان اور سکینت کے ساتھ، اپنی دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھا، تقریباً 25 ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی کتب تحریر فرمائیں، اشتہارات شائع کئے، سینکڑوں خطوط لکھے اور دور دراز علاقوں کے دورے فرمائے۔

ان سب باتوں کے باوجود، لاکھوں افراد نے آپؑ کے ہاتھ پر بیعتِ توبہ کی اور ایک جماعت کھڑی ہوگئی یعنی ’’جماعت احمدیہ اسلامیہ‘‘۔

آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر متعدد بار اعلان کیا کہ یہ جماعت ساری دنیا میں پھیلے گی اور بڑھے گی اور کوئی اس کی ترقیات کو روک نہیں سکے گا۔یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گی اور صرف یہی سلسلہ اسلام کہلائے گا۔ آج دنیا کے 214 ممالک میں جماعت احمدیہ اسلامیہ کی شاخیں قائم ہو گئی ہیں !!

جاننے والے جانتے ہیں کہ کس شدت کی مخالفانہ تحریکات چلی ہیں! ان کی زندگی میں.. پھر 1934 ءمیں ایک بڑی تحریک چلی، عطاء اللہ شاہ بخاری اعلان کرتے تھے کہ وہ قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے (آج ملتان میں ان کی اپنی قبر ایک عبرت کی جگہ ہے) پھر 1953ءکے اینٹی احمدیہ فسادات ہوئے پھر 1974ءکے واقعات ہیں جو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور ذوالفقار علی بھٹو کی عبرتناک ہلاکت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ۔ پھر ضیاء الحق کی کاوشیں ہیں جو ان کے دور میں جاری رہی ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی غالب تقدیر حرکت میں آئی اور اس کو اپنی خوشامدی ٹولے سمیت فرعون کی موت کی طرح ہلاک کردیا۔اور آج تو دشمنی اور مخالفت بلند سطح پر پہنچ گئی ہے۔

اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے عبرت حاصل کرنے والی آنکھ دی ہو تو بہت سی باتیں دیکھ لے کہ یہ سب کیا ہے؟

ایڈیٹر کی ڈاک

تاثرات۔آراء۔تجاویز

مکرم محمد اشرف کاہلوں تحریر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضورانورایدہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی شفقت و توجہ سے مؤقر روزنامہ الفضل کا اجراء آن لائن ایک نعمت عظمیٰ سے کم نہیں۔الفضل کے دیرینہ قاری اور ادیبوں کو جو تشنگی تھی وہ اب دورہوگئی ہے۔متنوع اقسام کے عناوین کے تحت ادبی وعلمی نگارشات وسعت معلومات کا ایک مؤثر ذریعہ بن رہی ہیں۔روزنامہ اہل قلم اور نئے مضمون نگاروں کوحضرت اقدس مسیح موعودؑ کے جاری کردہ قلمی جہاد میں شمولیت کے مواقع بھی مہیا کررہا ہے۔اخبار کی جدت طرازی اس کے حسن کو دوچند کررہی ہے۔دعا ہے کہ یہ نہر خوشگوار تشنہ لبوں کی پیاس بجھاتی چلی جائے اور روزافزوں ترقی کی منازل طے کرتی جائے۔آمین

(راجہ برہان احمد مربی سلسلہ)

راولپنڈی کے دو بزرگان کا ذکر خیر

محترم فضل الرحمٰن خان

محترم فضل الرحمٰن خان امیر ضلع راولپنڈی سے خاکسار کا کوئی ذاتی تعلق نہیں رہا اور نہ ہی کبھی کوئی ایسی ملاقات ہوئی جس کا تذکرہ کیا جاسکے۔ خاکسار جب 2002اور 2003میں وکالت تعلیم ربوہ کے تحت اسلام آباد پاکستان میں زیر تعلیم تھا تو مختلف مواقع پر سرسری سی ملاقات ضرور ہوئی اور اسی طرح بعد ازاں بھی گاہے گاہے ملاقات رہی۔ لیکن یہاں جو ذکر کرنا مقصود ہے وہ دراصل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو اپنے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ

’’اس وقت میں چند مرحومین کا بھی ذکر کروں گا۔ جن میں سے ایک مکرم محترم فضل الرحمن خان صاحب ہیں جو امیر ضلع راولپنڈی تھے۔ ان کی 29۔اکتوبر 2012ء کو مختصر علالت کے بعد تراسی(83) سال کی عمر میں وفات ہو گئی ہے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ یہ ان دنوں میں یہیں تھے۔ جلسے پر آئے تھے۔ اُس کے بعد پھر ان کو میں نے کہا کچھ دیر رُک جائیں۔ بیماری تو ان کی کافی لمبا عرصہ سے چل رہی تھی لیکن ماشاء اللہ ذہن بالکل اَلرٹ (Alert) تھا اور بڑی ہمت سے انہوں نے امارت کی ذمہ داریاں سنبھالی ہیں۔۔۔۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو بطور امیر شہر اور ضلع راولپنڈی مقرر فرمایا۔ خلافت اور نظام جماعت سے والہانہ عشق تھا۔ ہر محفل میں آپ کی گفتگو کا محور جماعتی واقعات، صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے واقعات اور خلفائے احمدیت ہوتے تھے۔ ہمیشہ خلافت کی اطاعت اور خلیفہ وقت سے مضبوط تعلق کی تاکید اپنی اولاد کو کرتے رہے۔ انتہائی دعا گو انسان تھے۔ ۔۔۔

خلافت کے فدائی اور جاں نثار وجود تھے اور اشاروں پر چلنا جانتے تھے۔ اس کو ایک سعادت سمجھتے تھے اور صرف جماعتی کاموں میں نہیں بلکہ میں نے ذاتی معاملات میں بھی دیکھا ہے۔‘‘(خطبہ جمعہ 2نومبر 2012ء)

حضور انور کے آپ کی وفات پر ان کلمات کی عملی شہادت کا یہ واقعہ جلسہ سالانہ برطانیہ کے آخری دن کا ہے ۔ خاکسار اسی سال پاکستان سے برطانیہ آیا تھا اور پہلی دفعہ جلسہ سالانہ برطانیہ میں شامل ہورہا تھا ۔ ڈیوٹی جلسہ گاہ کے دفتر میں تھی اور اسی حوالے سے روزانہ ایک رپورٹ افسر صاحب جلسہ گاہ محترم عطاء المجیب راشد سے دستخط کرواکر جمع کروانا ہوتی تھی۔ خاکسار سٹیج کی بائیں جانب رپورٹ پر دستخط کروانے کے لئے روز کی طرح چلا گیا ۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے آخری دن کا خطاب اختتام پذیر ہوا اور اس کے بعد نعرے اور نظمیں ۔طلبہ جامعہ احمدیہ کی نظم کے بعد جب پیارے آقا سٹیج سے چلنا شروع ہوئے تو خاکسار بھی جلسہ کے اس سماء میں محو کھڑا تھا کہ اچانک میرے بائیں طرف ویل چیئر پر بیٹھے ہوئے ایک بزرگ نے نہایت گھبراہٹ میں مجھے بلایا اور کہا کہ مجھے فوراً کھڑا کردو ۔یہ بزرگ بالکل سٹیج کی سیڑھیوں کے سامنے جہاں سے پیارے امام نے تشریف لانا تھا بیٹھے تھے ۔ پہلے میں سمجھا کہ شاید صرف ہلکا سا سہارا چاہئے لیکن جب پہلی کوشش میں وہ کھڑے نہ ہوسکے تو مجھے اندازہ ہوا کہ فوراً کھڑے ہونے میں دقت ہورہی ہے اور جلدی اس امر کی ہے کہ پیارے آقا سٹیج سے نیچے نہ آجائیں امیر المؤمنین کے سٹیج کی سیڑھیوں تک پہنچنے سے پہلے عقیدت و محبت و احترام خلافت میں اپنی آنکھیں بچھانے کے لئے کھڑے ہونا چاہ رہے ہیں ۔ پھر دوبارہ کوشش کرنے سے اور کچھ زیادہ سہارے سے کھڑے ہوگئے اور جب حضور انور سیڑھیوں سے نیچے اتر رہے تھے اور جوتے پہننے کے بعد پاس سے گزرے تو نہایت بشاشت اور خوشی سے اپنی تکلیف کو بالکل بھولتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ پیش کیا ، حضور انورنے بھی اپنی نورانی مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے ہوئے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ فرمایا تو ایسے خوشی کا اظہار ،آنکھوں میں آنسو کہ جس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں یوں کہیں کہ کسی بچے کو لمبے عرصہ بعد اپنے ماں باپ کی محبت مل جائے ،گویا دنیا کی ہر خوشی مل جائے اور پھر نہایت عاجزی کے ساتھ اس تھوڑی سی مدد جس کی کوئی حیثیت ہی نہیں پر بہت اظہار تشکر کرتے رہے اور خاکسار ایک تو اپنی پہلے جلسہ سالانہ کی کیفیت سے نکل نہ پایا تھا کہ دوسری طرف محترم فضل الرحمن خان امیر ضلع راولپنڈی کی خلافت سے والہانہ عقیدت کے اس اظہار پر حیران تھا ۔یہ ان جیسے بزرگان کے ہمارے لئے عملی نمونے ہیں ،جن میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ دیکھو ہم تو آخری دم تک اپنی ہر تکلیف اور مشکل کو پس پشت رکھتے ہوئے خلافت احمدیہ کے ادب و احترام میں اپنی آنکھیں بچھاتے اس دنیا سے جارہے ہیں اب اس امانت کی حفاظت کرنا تمہاری ذمہ داری ہے ۔اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرتا چلا جائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اور ہماری نسلوں کو ان اطاعت اور عقیدت کے نمونوں کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرماتا چلاجائے ۔آمین

ایک اور واقعہ جو محترم فضل الرحمن خان امیر ضلع راولپنڈی کی ذات سے تعلق تو نہیں رکھتا لیکن ان کی صحبت میں رہنے والے ڈرائیور کا ہے۔ سال تو مجھے اب یاد نہیں لیکن میرے جامعہ احمدیہ میں زمانہ طالب علمی کا ہے۔پاکستان میں شوریٰ کے دنوں میں خاکسار کی ڈیوٹی تحریک جدید کے گیسٹ ہاؤس ،سرائے فضل عمر میں تھی ۔ اس گیسٹ ہاؤس میں محترم فضل الرحمن خان صاحب امیر ضلع راولپنڈی کی بھی رہائش کا انتظام تھا ۔ آپ کے ساتھ آپ کے ڈرائیور بھی تھے ۔ایک دن وہ واش روم سے آئے تو خاکسار کو ریسپشن پر ایک لفافہ دیا اور کہا کہ یہ مجھے ایک ٹوائیلٹ سے ملا ہے اور اس میں رقم ہے ۔برائے مہربانی اس کو لے لیں اور گن بھی لیں اور جو کوئی بھول گیا ہے اسے پہنچانے کا انتظام بھی کریں ۔کچھ ہی دیر بعد ایک صاحب گھبرائے ہوئے آئے اور خاکسار سے پوچھا کہ چند گھنٹے پہلے میں یہاں آیا تھا اور میرے پاس ایک لفافہ تھا جس میں جماعتی چندے کی رقم تھی وہ کہیں رکھ بیٹھا ہوں اور اب مل نہیں رہی ۔جب انہیں ان کی گمی ہوئی رقم دی گئی تو بہت خوش ہوئے ۔گویا محترم فضل الرحمن خان کے ساتھ رہنے والے بھی اپنے امیر کی متابعت میں ایمانداری پر قائم نظر آئے ۔

محترم مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ

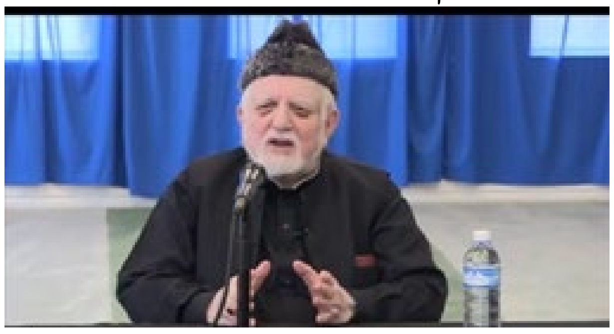

دوسرے بزرگ جن کا ذکر کرنا مقصود ہے وہ محترم مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ ہیں ،جن کی وفات مؤرخہ 30جولائی 2019ء کو طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ ربوہ میں 85 سال کی عمر میں ہوئی ۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ خاکسار کا محترم مجیب الرحمٰن سے تعارف ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے ایک پروگرام کے سلسلہ میں ہوا جس پروگرام کا ذکر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی فرمایا۔ یہ پروگرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب براہین احمدیہ کے بارے میں تھا ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پہلی ملاقات اور تعارف کے بعد ہی ایسا ماحول بنایا کہ موضوع کے مختلف پہلوؤں پر بات ہوسکے ۔ باوجود اس کے کہ محترم مجیب الرحمٰن کا تجربہ ،عمر ، خدمات اور دینی و دنیاوی علم بہت تھا لیکن دیگر شرکاء پروگرام سے اس طرح بات چیت کرتے کہ ہر کوئی اپنی بات اطمینان اور بغیر کسی جھجک کے کرتا ، اگر کسی امر میں ان کی رائے مختلف ہوتی تو اس انداز میں اس کا اظہار کرتے کہ احساس بھی نہ ہو کہ غلطی کی نشاندہی ہورہی ہے ۔ ایک دن جب پروگرام کی تیاری کے سلسلے میں بیٹھے تھے تو اچانک اپنے مخصوص انداز میں اپنے نوٹس کو ایک طرف رکھتے ہوئے بولے کہ ایسے ہی ساری زندگی وکالت پڑھنے میں ضائع کردی کیا ہی اچھا ہوتا کہ براہین احمدیہ ہی اچھی طرح پڑھ لیتا ۔یہ دراصل کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت و افادیت کا اظہار تھا اور اس انداز میں تھا کہ دنیا کہ تمام علوم ایک طرف اور قرآن و سنت و حدیث کے مضامین کو سمجھنے کے لئے امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو پڑھنا اور خاص کر دفاع اسلام کے لئے ان کتب کا مطالعہ از حد ضروری ہے ۔جب پروگرام کی ریکارڈنگ کا آغاز ہونے والا تھا تو بڑے شوق سے اپنے بنائے ہوئے نوٹس دکھائے جو بلا مبالغہ بڑی محنت اور جانفشانی سے تیار کئے تھے ۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی آپ کا ذکر خیر ان الفاظ میں فرمایا تھا :

’’ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں ان کو شرکت کا موقع ملا۔ غیروں کے اعتراضوں کے جواب دیے۔ ان کا دینی علم بھی بہت تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیاوی علم بھی بہت تھا اور بولتے بھی بہت اچھا تھے اور اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہوا تھا جس سے انہوں نے خوب خوب فائدہ اٹھایا اور اللہ تعالیٰ نے جماعت کی خدمت کا ان کو موقع دیا۔ پھر ایم۔ ٹی۔ اے کے پروگراموں میں مختلف پروگرام شامل ہیں۔ 1974ء کی پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلہ پر تبصرہ، عالمی شہرت یافتہ مؤرخین کے انٹرویوز، براہین احمدیہ کے محاسن وغیرہ شامل ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 9۔اگست 2019ء)

ایک دن جامعہ احمدیہ یوکے کی نئی عمارت جو برطانیہ کے علاقے Haslemereمیں واقع ہے ،اور یہاں جامعہ 2012میں منتقل ہوا ، دیکھنے کے لئے آئے ۔ آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے ڈاکٹر معاذ صاحب کی فیملی بھی تھی ۔ خاکسار نے جامعہ کی عمارت کے مختلف حصے دکھائے اور جب عمارت کے باہر گراؤنڈ کی طرف جانے لگے تو محترم مجیب الرحمٰن، جو ویل چیئر پر تھے ، نے کہا کہ میری ویل چیئر یہیں رہنے دیں اور آپ میرے بیٹے اور انکی فیملی کو آگے گراؤنڈز دکھاآئیں ۔ہم چند منٹ میں فٹ بال گراؤنڈ تک ہوکر آئے تو بڑے پیار سے اپنے بچوں اور خاکسار سے کہا کہ آپ ذرا میرے پیچھے کھڑے ہوکر اس طرف درختوں پر نظر ڈالیں ۔ان کے کہنے پر ہم نے ایسا ہی کیا تو کہنے لگے کہ میں تو یہاں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہی نظارہ کرتا رہا کہ یہ سارے درخت ہی ہیں لیکن ان میں بھی رنگوں کی کتنی زیادہ اقسام نظر آرہی ہیں کہ جنہیں گننا ہی مشکل ہے۔ یہاں ہمارے لئے دو سبق واضح تھے اول یہ کہ وقت کا ضیاع نہیں کرنا اور دوسرا مظاہر فطرت کے ذریعہ ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت کہ قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت۔

کبھی کبھی رابطہ کرتے یا جب بھی جلسہ کے دنوں میں ملاقات ہوتی تو خیریت دریافت کرنے کے بعد کسی نہ کسی علمی بات کا ذکر ضرور کرتے۔ یہ بتاتے کہ آجکل اس موضوع پر غور کررہا ہوں یا کام کررہا ہوں ،اسی طرح اگر کسی حوالے کی تلاش ہوتی تو اس کا بھی ذکر کرتے ۔چند مواقع پر جب خاکسار نے مختلف حوالے ان کو تلاش کرکے بھجوائے تو بہت خوشی کا اظہار کیا اور بار بار شکریہ ادا کرتے رہے ۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ جو کوئی بھی حوالہ خاکسار نے تلاش کرکے بھیجا گفتگو کے دوران اس کی اس قدر تفصیل بتا دیتے کہ عملاً خاکسار تو صرف کتاب ڈھونڈ کر تصویر ہی لینے کا کام کرتا رہا ورنہ حوالہ تو خودمکرم مجیب الرحمٰن نے ہی بتایا ہوتا تھا ۔ مطالعہ بہت وسیع تھا اور تمام اہم جماعتی اور غیر جماعتی حوالوں سے گہری آگاہی تھی اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ حوالہ خود چل کے ان پاس آتا تھا۔

محترم مجیب الرحمٰن کے بارے میں جیسا کہ حضورانور نے فرمایا تھا ’’بولتے بھی بہت اچھا تھے اور اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہوا تھا جس سے انہوں نے خوب خوب فائدہ اٹھایا‘‘ اس حوالے سے ان کے کہے ہوئے یہ الفاظ ان شخصیت ،وطن سے محبت اور احمدیت کے لئے فدائیت کا اظہار بھی ہیں ۔چنانچہ 23اکتوبر 2014ء کو ’’پاکستان کے احمدی :توہین ،شناخت اور ظلم و ستم‘‘ کے موضوع پر مکرم مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ کے ساتھ Columbia Law School میں ایک گفتگو کا انعقاد کیا گیا اس گفتگو میں کہے جانے والے آپ کے الفاظ جو گاہے گاہے سوشل میڈیا پر بھی چلتے رہتے ہیں ، یہ الفاظ ہر پاکستان سے تعلق رکھنے والے محب وطن احمدی کی دل کی آواز ہیں ۔ آئین ِپاکستان میں شامل احمدیوں کے بنیادی حق تلفی کا ذکر کرتے ہوئے مکرم مجیب الرحمٰن صاحب نے کہا تھا :

I come from that mad country, where this madness is going on, but despite that madness, I love my country and I carry my constitution with me. The constitution which takes away my rights, it is still my constitution; I would like to see this constitution amended one day when sanity prevails in my country.

میں اس پاگل ملک سے آیا ہوں جہاں یہ پاگل پن جاری ہے لیکن باوجود اس پاگل پن کے مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اور میں اپنے ملک کے آئین کو اپنے ساتھ رکھتا ہوں ،وہی آئین جو میرے حقوق مجھ سے چھینتا ہے، لیکن پھر بھی یہ میرا آئین ہے ۔ جب ایک دن میرے ملک میں عدل و انصاف قائم ہو میں اس آئین میں تبدیلی دیکھنا چاہوں گا ۔

اللہ کرے کہ ہمیں یہ دن ضرور دیکھنے کو ملے ۔آمین یا رب العالمین۔

راولپنڈی کے یہ دو مخلص بزرگان جماعت احمدیہ کے دیرینہ خدام میں شمار ہوتے ہیں جن کی خدماتِ دین متعدد برسوں پر محیط ہیں،اللہ تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت فرمائے۔آمین

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

کشمیر کہانی

زرتشت منیر۔ناروے

5 فروری کا دن ہر سال ’’یوم یکجہتیٔ کشمیر‘‘کے طور پر منایا جاتا ہے۔اس دن پاکستان اور بیرونِ ملک مسئلہ کشمیر کے موضوع پر جلسے کئے جاتے ہیں اور ہند و پاکستان کے مابین اس تنازعہ کی صحیح کو واضح کیا جاتا ہے۔

کشمیر کا علاقہ برصغیر ہند و پاک کے انتہائی شمال میں سلسلہ ہائے کوہ ہمالیہ کے دامن میں واقع ہے۔یہ دو حصّوں میں منقسم ہے۔ایک حصّہ پر ہندوستان کا قبضہ ہے جسے مقبوضہ کشمیر کہتے ہیں۔اس کا دارالحکومت ’’سرینگر‘‘ہے۔دوسرا حصّہ پاکستان کی زیرِنگرانی ہے جو ’’آزاد کشمیر‘‘کہلاتا ہے۔اس کا دارالحکومت ’’مظفر آباد‘‘ہے۔ہندوستان کے مقبوضہ کشمیر میں وادئ کشمیر کے علاوہ جموں، لدّاخ اور سیا چن کا علاقہ شامل ہے جبکہ آزاد کشمیر میں وادی کے علاوہ گلگت،بلتستان اور کوہستان کے علاقے شامل ہیں۔کشمیر میں بہتے ہوئے دریائےنیلم پہاڑوں اور دلفریب وادیوں کا خوبصورت اور سحر انگیز نظاروں کا منظر پیش کرتا ہے۔اب اس دریا پر ہندوستان بند باندھ کر اس کا رخ موڑ رہا ہے جس کے نتیجہ میں آزاد کشمیر کے خوبصورت علاقہ کے بنجر ہونے کا خدشہ ہے ۔

کشمیر کے حکمران

بہت ابتداء میں یہاں ہندو قوم کی حکومت تھی۔ایک ہندو راجہ اشوک نے بدھ مت قبول کر لیا اور اس کی تبلیغ سے قوم بدھ مت کے حلقہ میں آگئی۔

پانچویں صدی میں اسرائیلی قبائل ہجرت کرکے یہاں آئے۔ افغانستان اور کشمیر کے علاقوں میں آباد ہو گئے بعض روایات کے مطابق کشمیریوں کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیمؑ سے جا ملتا ہے۔لفظ ’’کشمیر‘‘ عبرانی زبان سے نکلا ہے۔جس کا مطلب ہے کہ ملک شام کی طرح (خوبصورت)

کشمیر میں اسلام اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں آیا جب ایک راجہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ 1339 میں پہلا مسلمان حکمران ’’شاہ میر‘‘ مسند شاہی پر متمکن ہوا اسکے بعد یہ سلسلہ 1561 تک چلا۔ 1585 میں کشمیر مغلیہ سلطنت کا حصّہ بن گیا۔1751 میں یہ علاقہ افغان حکمرانوں کے زیر تسلط آ گیا

1819 میں پنجاب کے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر پر قبضہ کر لیا۔سکھوں کی حکومت نے مسلمانوں پر بہت مظالم ڈھائے۔گائے کے ذبیحہ پر سزائے موت دی جاتی۔اذان دینے پر پابندی لگا دی گئی۔سرینگر کی جامع مسجد کو بند کر دیا گیا۔ مسلمانوں پر بے جا بھاری ٹیکس عائد کر دیئے گئے۔مسلمانوں کو زبردستی شدھی کے ذریعہ مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا گیا۔جس کی وجہ سے کثرت سے مسلمان زمیندار پنجاب کی طرف ہجرت کر گئے۔ 1882ء میں گلاب سنگھ کو کشمیر کا راجہ نامزد کیا گیا ۔سکھوں اور انگریزوں کی لڑائی میں سکھوں کو شکست ہو گئی ۔ایک معاہدے کے تحت لاہور پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا جبکہ صرف75کروڑ روپے کے عوض وادئ کشمیر راجہ گلاب سنگھ کے حوالے کر دی گئی۔ 1947 میں تقسیم ہند و پاک کے وقت مہاراجہ ہری سنگھ کشمیر کا حکمران تھا۔

حضرت عیسیٰؑ کی کشمیر میں آمد

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جب صلیب پر لٹکایا گیا تو صرف6 گھنٹے کے بعد انہیں اتار لیا گیا۔ان کے زخموں پر مرہم لگائی گئی اور انہیں رومن طرز کی غار نما ایک قبر میں رکھا گیا۔جہاں آرام کرنے اور قدرے صحتیاب ہونے کے بعد انہوں نے ہجرت کی۔ راستے میں حواریوں کو بھی ملے۔ ان کے ساتھ آپ نے کھجوریں،روٹی اور شہد تناول فرمایا۔چنانچہ آپ عراق،ایران،افغانستان،پاکستان ،شمالی ہندوستان، نیپال بنارس وغیرہ سے ہوتے ہوئے کشمیر پہنچے۔سرینگر میں قیام کیا اور وہاں ایک سو بیس سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔حضرت عیسیٰ گوتم بدھ سے پانچ سو سال بعد یہاں تشریف لائے ۔یہاں کا راجہ آپ سے بہت متاثر تھا اور آپ پر ایمان لے آیا۔کشمیر کے لوگ بنی اسرائیل سے ہی تھے لہٰذا ساری آبادی آپ پر ایمان لے آئی۔

ایک حدیث کے مطابق آپ کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک مقام سے دوسرے کی طرف چلتے رہو ۔ایسا نہ ہو کہ تم پہچانے جاؤ اور تمہیں تکلیف دی جائے۔

جماعت احمدیہ کو کشمیر کے لوگوں سے بہت ہمدردی اور پیار ہے۔جماعت کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح موعود رضی اللہ عنہ نے کشمیری مظلوم عوام کی آزادی کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے تھے۔آپ نے کشمیر کے علاقہ کے تین سفر کئے ۔ان سفروں کے دوران کشمیریوں کی بے بسی کی حالت نےآپ کی طبیعت پر بہت اثر کیا ۔چنانچہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر کی حیثیت میں آپ نے کشمیریوں کی تحریک آزادی میں مالی،اخلاقی اور قانونی، ہر لحاظ سے مدد مہیّا کی۔جب کشمیر پر ہندوستان نے غاصبانہ قبضہ کر لیا تو حکومت پاکستان کی درخواست پر ایک پوری بٹالین ’’فرقان فورس‘‘کے نام سے جہادِ کشمیر کے لئے فوج کی مدد کے لئے پیش کر دی۔کشمیری مجاہد شیخ عبداللہ کی راہنمائی اور عملی مدد فرمائی۔

اقوام متحدہ میں تنازعۂ کشمیر

تقسیم ہند و پاک کے موقعہ پر یہ طے ہوا تھا کہ ہندوستان کی ریاستیں خود فیصلہ کریں گی کہ وہ پاکستان کے ساتھ الحاق چاہتے ہیں یا ہندوستان کے ساتھ۔ حیدرآباد دکن،بھوپال اور گوا کے حکمران مسلمان تھے ۔انہوں نے پاکستان سے الحاق کی خواہش کی جبکہ عوام کی اکثریت اس حق میں نہیں تھی ۔چنانچہ ہندوستان نے وہاں فوجیں داخل کرکےوہاں غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ توقع تھی کہ کشمیر کی آبادی اورسرحدی حدود کی حکمت کے پیش نظر مہاراجہ کشمیر پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کرے گا۔لیکن مہاراجہ نے برضا ورغبت ہندوستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔اس پر سرحدی قبائل نے حملہ کردیا۔ہندوستان اس معاملہ کو اقوام متحدہ میں لے گیا ۔یہ موقف اختیار کیا کہ قبائلیوں نے پاکستان کی انگیخت پر پاکستانی فوجیوں کے تعاون سے کشمیر پر حملہ کر دیا ہے اور اس طرح بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہوئی ہے ۔لہذا جنگ بندی کروائی جائے ۔جب امن

ہو جائے گا تو ہم رائے عامہ معلوم کرکے الحاق کا فیصلہ کر لیں گے۔ اگر عوام پاکستان کے ساتھ جانا چاہیں یا ہندوستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہیں تو فیصلہ عوام کی خواہشات کے مطابق ہو گا۔اقوام متحدہ نے ایک لائن آف کنڑول مقرر کرکے یکم جنوری 1949 کو جنگ بندی کروا دی۔آج 71سال ہونے کو آئے ہیں ہندوستان اپنا وعدہ پورا نہیں کر رہا بلکہ وہاں کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کر رہا ہے۔اس معاملہ پر ہندوستان اور پاکستان کے مابین تین جنگیں ہو چکی ہیں ۔اس وقت بھی حالات کشیدہ ہیں ۔آئے دن کنڑول لائن پر جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں۔کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔گذشتہ 6 ماہ سے ریاست ساری دنیا سے کٹی ہوئی ہے۔

آزادئ کشمیر کے لئے دعا کی تحریک

حضرت خلیفتہ المسیح الثانی المصلح موعود رضی اللہ عنہ نے احباب جماعت کو تحریک کی تھی کہ وہ کشمیری عوام کی آزادی کے لئے دعا کریں ۔آپ نے فرمایا:۔

’’پس ہمیں دعائیں کرتے رہنا چا ہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کشمیری بھائیوں کی مدد کرے۔آخر کشمیر وہ ہے جس میں مسیح اوّل دفن ہیں اور مسیح ثانی کی بڑی بھاری جماعت اس میں موجود ہے۔...مسیح اوّل نہ ہندو تھے اور نہ عیسائی تھے اور مسیح ثانی بھی نہ ہندو تھے نہ عیسائی تھے۔بلکہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے اور اسلام کی عزت ظاہر کرنے کےلئے اللہ تعالیٰ نے انہیں مبعوث کیا تھا ۔پس جس ملک میں دو مسیحوں کا دخل ہے وہ ملک بہر حال مسلمانوں کا ہے اور مسلمانوں کو ہی ملنا چاہئے۔اس لئے...ہمیں ہر وقت خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے مستقبل کے متعلق خود فیصلہ کرنے کی توفیق بخشے‘‘۔

(خطاب 8 فروری 1957ء)

طلوع و غروب آفتاب

12فروری2020ء	طلوع	غروب
مکہ مکرمہ	05:38	18:16
مدینہ منورہ	05:41	18:13
لندن	05:30	17:12
قادیان	05:51	18:11
ربوہ	05:31	17:51